سماجی اور تہذیبی ملاپ اور اردو مراٹھی کے باہمی روابط

Social-Cultural Conversions and Urdu Marathi Relations

By
Dr. Ansari Masood Akhtar Jamal Ahmed
Asst. Professor & Head Dept. of Urdu
MSS's Ankushrao Tope College, Jalna (M.S.)

مقالہ نگار : ڈاکٹر انصاری مسعود اختر جمال احمد
اسسٹنٹ پروفیسر و صدر شعبۂ اُردو
انکوش راؤٹوپے کالج، جالنہ (مہاراشٹر)

Abstract :

In this article it is stated that India is an ancient country. India's fertile soil and abundant minerals brought foreign nations here. When the Austrian, Darwari and Aryan nations met here, new traditions and languages were formed. History began to take a different turn with the entry of Aryans in India. The Aryas defeated the Dravidians and forced them to move to South India and the Dravidians settled in the regions of South India, thus the Telugus in Andhra Pradesh, the Tamils in Tamil Nadu, the Kandi in Karnataka, the Marathi in Maharashtra and the Malayalam in Kerala used as official languages.

India's relations with Arab date back to ancient and unknown times. As a result of trade relations, the language of the two countries is affected only to the extent that the names of trade publications and products are used in both languages as is or with some variation. The benefit of the intermingling of the two nations was that a new language was born which is known as 'Hindvi', 'Hindustani', 'Dehlavi' etc. In which Amir Khusrau wrote poems and couplets, verses, etc. On the other hand, Sant Namdev, Sant Kabir Das and Sant Guru Nanak published Bhakti Talimat using Rajasthani, Brajbhasha and Punjabi languages, on which Arabic and effects of Persian words are also significant. In all this literary and social scenario, Urdu language literature begins.

One of the reasons for the flourishing of ancient Urdu in the Deccan was that it was the language of the rulers as well as the lingua franca of the colorful dialects of South India. Therefore, according to the cultural needs of the ruling class, it was first a monastery and then a court. Even the invention of the scientific and literary language is very difficult. The environment of the Deccan was an alien linguistic environment for ancient Urdu. Its first center in the Deccan was the Maharashtra region of the suburbs of Aurangabad. Since Marathi is an Indo-Aryan language, it has done well with Urdu. Thousands of Persian words were transferred to Marathi and hundreds of Marathi words came to Urdu. Even 'Ch' (forcefully), the capital of Deccani manuscripts, was borrowed from Marathi into Old Urdu.

After the arrival of Turkish Muslims in the Deccan, the local language Marathi Mang Muslim and Turk became synonyms. Marathi Hindu poets addressed these newcomers as "Turks". Saint Eknath's poem "Hindu Turk Sanwad" is based on this.

In fact, such an environment is favorable for the development of language and literature and its promotion and promotion. When the foundation of love and brotherhood in the society becomes strong, the exchange of characteristics gets a free atmosphere and people express their thoughts freely. It is a language for the expression of the left, from which the words of each other are borrowed in a senseless way, but later on, they are not returned. Promotion increases tremendously.

Keywords: India, Austrian, Darwari and Aryan, 'Hindvi', 'Hindustani', 'Dehlavi' , Amir Khusrau, Arabia,Muslims, Deccan ,Aurangabad,Turks, Sant Namdev, Sant Kabir Das and Sant Guru Nanak ,Rajasthani, Brajbhasha and Punjabi, Marathi, Hindu, Saint Eknat, love and brotherhood.

ہندوستان ایک قدیم ملک ہے۔ جس کی گود میں شاداب دریا بہتے ہیں اور اس کا سینہ قدرتی نباتات اور معدنیات سے مالا مال ہے۔ اس کے شمال مغربی حصے میں کشمیر ہے جس کے حسین و جمیل مناظر قدرے جنت کا نظارہ پیش کرتے ہیں، ہندوستان کی زرخیز زمین اور قیمتی معدنیات بیرونی قوموں کو یہاں کھینچ لائی ہے۔

آسٹرک، دروازی اور آریہ قوموں کا یہاں جب آپس میں ملاپ ہوا تھا تو نئی تہذیبیں اور زبانیں تشکیل پائیں۔ اور ہندوستان رنگ برنگی تہذیبوں اور سماجوں کا سنگم بن گیا۔ ہندوستان میں آریاؤں کے داخلے سے تاریخ ایک نیا موڑ اختیار کرنے لگی۔

آریہ دراوڑیوں کو شکست دے کر جنوبی ہند کی جانب جانے پر مجبور کرتے ہیں اور دروازی جنوبی ہند کے علاقوں میں آباد ہو جاتے ہیں چنانچہ تیلگو آندھرا پردیش میں، تمل تامل ناڈو میں، کنڑی کرناٹک میں، مراٹھی مہاراشٹر میں اور ملیالم کیرل میں عوام کے استعمال کی حکومت کی زبانیں ہیں۔

ادھر شمالی ہند میں آریائی زبانوں کے تصادم سے پراکرتیں اپنا مورچہ تھامے ہوئی تھیں اور وہ سنسکرت کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر چل رہی تھیں کہ اچانک سنسکرت زبان ایک نیا رخ اختیار کرنے لگتی ہے۔ سنسکرت مذہبی بندشوں میں پھنس کر اور قواعد کی پابندیوں میں رہ کر ایک مقدس زبان رہ گئی اور عوام سے دور ہوتی جارہی تھی اور پراکرتیں اس کی جگہ لے رہی تھیں۔ دوسری طرف گوتم بدھ اپنی تعلیمات کی اشاعت مقامی بولیوں سے کررہے تھے کہ پراکرتوں کی کوکھ سے اپ بھرنش جنم لیتی ہے۔ شورسینی اپ بھرنش سے اردو زبان وادب کی بنیاد پڑتی ہے۔ مگر سنسکرت اور پالی سماج کے اعلیٰ طبقے کی زبانیں بن کر رہ جاتی ہیں اور اپنے رشتے عام لوگوں سے توڑلیتی ہیں۔ اگرچہ اب بھی ان دونوں میں فنی اور ثقافتی تخلیقات کا سلسلہ جاری ہے۔ مگر یہ عام استعمال اور بول چال کی زبانیں بننے سے قاصر ہیں۔

دوسری طرف عرب ہند تعلقات کے بارے میں عام طور پر سماجی تہذیب کی تاریخوں میں یہ لکھا جاتا ہے کہ عرب تاجر پانچویں صدی سے بحر عرب کے سمندری راستے جنوبی ہند کے ساحل مالابار پر تجارتی مال لے کر آیا جایا کرتے تھے۔ مگر آریاؤں کی ایک مذہبی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ عرب، محمد بن قاسم کی فتح سندھ سے پہلے خشکی کے راستے سے ایران وافغانستان ہوتے ہوئے شمالی ہند پہنچ چکے تھے۔ اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ عرب سے ہندوستان کے تعلقات بہت قدیم اور نامعلوم زمانے سے ہیں۔ عرب ایک ریگستانی ملک ہے چوں کہ نکاسی کے لئے اس میں پانی کے ذخیرے کم یاب ہیں اور زراعت کے ذریعہ روزی کمانے کے امکانات بہت کم ہیں اس لئے تجارت عربوں کا نمائندہ پیشہ بن جاتا ہے وہ جہازوں اور اونٹوں کے ذریعہ ناریل، کالی مرچ، لونگ، مشک، مسالے، چاندی اور ہاتھی دھات کی مصنوعات وغیرہ ہندوستان سے یورپ، چین اور عرب کی منڈیوں میں پہنچاتے تھے اور کچا مال مثلاً نارنگی، اناس، شہتوت اور سیب وغیرہ لاکر ہندوستان کی منڈیوں میں فروخت کیا کرتے تھے۔ ان تاجرانہ تعلقات کے نتیجہ میں دونوں ملکوں کی زبان پر اثر صرف اس قدر پڑتا ہے کہ تاجرانہ اشیاء اور مصنوعات کے نام دونوں زبانوں میں جوں کے توں یا کچھ تبدیلی کے ساتھ مستعمل ہیں۔

محمد بن قاسم کے بعد محمود غزنوی کی مرکزی سلطنت سندھ اور پنجاب کے علاقوں تک پھیل جاتی ہے۔ اس نے ہندوستان سے تعلقات استوار کرنے کے لئے اپنی سرکاری مہر میں سنسکرت الفاظ کندہ کرائے تھے۔ اس کے عہد میں سنسکرت کی بہت سی کتابیں فارسی میں ترجمہ کی گئیں۔ اس کے زمانے میں خواجہ مسعود سعد سلمان جیسا قادرالکلام شاعر پیدا ہوتا ہے۔ جس نے عربی، فارسی، ترکی اور ہندوی (اُردو) میں شاعری کی ہے اور اپنے پیچھے تین دیوان چھوڑے ہیں۔ پھر غوری دور حکومت میں سلطان شہاب الدین کی سلطنت کا رقبہ دہلی تک وسیع ہو جاتا ہے اور قطب الدین ایبک دہلی کا صوبے دار مقرر ہوتا ہے۔

دونوں قوموں کے میل جول سے فائدہ یہ ہوا کہ ایک نئی زبان جنم لینے لگی جسے 'ہندوی'، 'ہندوستانی'، 'دہلوی' وغیرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ خلجی اور تغلق حکومتوں کے دور میں امیر خسروؒ کی بلند وبالا شخصیت اردو زبان وادب کی ابتدائی تشکیل میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ ان کے دوہے، نظمیں، انملیاں، مکرنیاں، پہیلیاں اور لوریاں لسانی اعتبار سے کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ امیر خسروؒ پہلے ماہر لسانیات ہیں جنھوں نے ہندوستان کی زبانوں کو دو بڑے حصے میں تقسیم کیا تھا۔ ایک ہندی، دوسری دہلوی۔ جو دوآبہ کے علاقے میں بولی جاتی تھی اور جس میں امیر خسروؒ نے شعر کہے اور دوہے، انملیاں، مکرنیاں، پہیلیاں وغیرہ مدون کی ہیں۔ دوسری طرف نامدیو، کبیر داس اور گرونانک نے بھکتی تعلیمات کی اشاعت میں راجستھانی، برج بھاشا اور پنجابی زبانوں کا استعمال کیا ہے جن پر عربی وفارسی کے الفاظ کے اثرات بھی نمایاں ہیں۔ اس تمام تہذیبی وسماجی منظر نامہ میں اردو زبان وادب کی شروعات ہوتی ہے۔

> "قدیم اردو کے دکن میں تیزی سے پھیلنے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ یہ حکمرانوں کی زبان کے علاوہ جنوبی ہند کی رنگارنگ بولیوں کے درمیان لنگوافرینکا کا حکم رکھتی تھی۔ چنانچہ حکمراں طبقہ کی تمدنی ضروریات کے تحت یہ پہلے خانقاہ اور پھر دربار میں علمی وادبی زبان کی حیثیت اختیار کرلیتی ہے۔ دکن کا ماحول قدیم اردو کے لیے ایک اجنبی لسانی ماحول تھا۔ دکن میں اس کا پہلا مرکز اورنگ آباد کے نواح کا مہاراشٹری علاقہ تھا۔ چونکہ مرہٹی ایک ہند آریائی زبان ہے اس لیے اس سے اردو کا لین دین اچھا رہا۔ ہزاروں فارسی الفاظ مرہٹی میں منتقل ہوگئے اور سینکڑوں مرہٹی کے الفاظ اردو میں آ گئے۔ حتی کہ 'چ' تاکیدی جو دکنی مخطوطات کی کلید ہے، مرہٹی سے قدیم اردو میں مستعار لی گئی ہے۔ اردوئے قدیم کے دوسرے بڑے مراکز گلبرگہ، بیدر، بیجاپور اور گولکنڈہ دراویڈی زبانوں کنڑی اور تلنگی کے علاقے میں واقع تھے۔"

پروفیسر مسعود حسین خاں

ماخوذ از سب رس اگست 2010 ص 64

"اورنگ آباد کی زبان ہر عہد میں شمالی ہند کی زبان سے قریب تر رہی۔ بیجاپور اور گولکنڈہ کے مقابلے میں تقریباً پچاس سال قبل یہ علاقہ مغلوں کی تگ و تاز کی آماجگاہ بن چکا تھا۔ اسی لیے عہد عالمگیر میں اورنگ آبادی شعراء کی جو کھیپ اورنگ آباد سے اٹھی اس نے محاورہ گولکنڈہ ، بیجاپور کا لسانی تتبع کم تر کیا ہے بلکہ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے قول کے مطابق "اورنگ آبادی" اردو میں شاعری کی ہے۔ اگر ولیؔ، سراجؔ اور داؤدؔ کی زبان کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ "اورنگ آبادی" تیزی کے ساتھ "دہلی" کے قریب تر اور محاورہ گولکنڈہ و بیجاپور سے دور تر ہوتی جا رہی تھی۔"

پروفیسر مسعود حسین خاں

ماخوذ از سب رس اگست 2010 ص 66

"شمال میں اصلاح زبان کی تحریک دراصل ولیؔ کی لائی ہوئی قدیم اردو کے خلاف جدید اردو کی بغاوت تھی۔ ادھر دہلی میں اردو شاعری کی شمع روشن ہو رہی تھی اور اُدھر 1724ء میں سلطنت آصفیہ کے قیام کے بعد اورنگ آباد تیزی کے ساتھ اردو شاعری کا مرکز بنتا جا رہا تھا۔ ولیؔ کی زبان ایک عبوری ایک عبوری دور کی یادگار ہے۔"

پروفیسر مسعود حسین خاں

ماخوذ از سب رس اگست 2010 ص 68

اردو مراٹھی کے باہمی روابط:

اس ضمن میں جب ہم مہاراشٹر کی ادبی فضا میں اردو اور مراٹھی زبان و ادب کا جائزہ لیتے ہیں تو دونوں زبانوں کے فن پاروں کو ایک دوسرے کی ادبی تہذیب سے متاثر پاتے ہیں۔ تہذیب کا یہ ارتباطی سلسلہ بڑے لمبے عرصے پر محیط ہے۔

چنانچہ معلوم تاریخ کے مطابق مہاراشٹر میں مسلمانوں کی بود و باش اور تہذیب و تمدن کے آثار آٹھویں صدی عیسوی سے پائے جاتے ہیں۔ مہاراشٹر کو سلاطین کے دورِ حکومت "چول" اور "تھانہ" میں مسلمان بستیوں کی نشاندہی مسعودی اور یاقوت نے اپنی کتابوں میں کی ہیں۔ اتحاد و اشتراک کی بدولت یہاں کا ہندو مسلم کلچر ایک دوسرے کو متاثر کرتا رہا اور ایک دوسرے سے متاثر ہوتا رہا۔ اس پر مستزاد یہاں کی روحانی تعلیم، جس کے سوتے صوفی سنتوں کے اندرون سے پھوٹے، انھوں نے ظاہری رنگ ڈھنگ کو اُجالنے کی بجائے باطن کو مجلّیٰ کیا اور نفس کا تجزیہ کرتے رہے۔ ان کی کومل وانی، محبت و اخوت اور ہمدردی کے جذباتِ عالیہ نے عوام الناس کا دل موہ لیا اور یہ بے تاج بادشاہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرنے لگے۔

چنانچہ ہندو سنتوں کے ساتھ ساتھ مسلمان صوفیوں نے بھی یہاں روحانیت کی تعلیم کو عام کیا۔ اس کے لئے انھوں نے سماج میں رائج عوامی زبان کو اپنایا۔ غرض کہ خسروانہ جاہ و جلال اور درویشانہ فقر و حال کے مابین یگانگت اور بھائی چارہ کے ساتھ "اردو" زبان و ادب کی بھی نشو و نما ہوتی رہی۔ اس سازگار ماحول میں ہر دو زبانوں نے ایک دوسرے کے اثرات کو فراخدلی سے قبول کیا اور اپنی روایات کو یہاں کی تہذیب و تمدن کے مطابق ڈھالنے کا عمداً جتن کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم اردو (دکنی) ادب میں مراٹھی تہذیب کی جھلکیاں عموماً ہر جگہ نظر آتی ہیں۔

دراصل زبان و ادب کی نشو و نما اور اس کے فروغ و تشہیر میں ایسا ہی ماحول سازگار ہوتا ہے۔ سماج میں محبت و اخوت کی اساس جب مضبوط ہو جاتی ہے تو تبادلۂ خیالات کو آزاد فضا ملتی ہے اور لوگ آزادنہ طور پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ اظہارِ بیان کے لئے یہ ایسی زبان ہوتی ہے جس میں ایک دوسرے کے الفاظ غیر محسوس طریقے پر مستعار لئے جاتے ہیں لیکن بعد میں انھیں لوٹایا نہیں جاتا۔ اگر حکومت کی سرپرستی اور عوام میں مقبولیت بھی زبان کو حاصل ہو جائے تو اس کی ترقی اور ترویج میں زبردست اضافہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سقوطِ دیوگری کے بعد مسلم حکمرانوں کے ہمراہ عوام الناس کی کثیر تعداد نے دکن کی طرف مراجعت کی تو ان میں سے اکثر یہیں کے ہو رہے۔ یہ لوگ ترکی النسل مسلمان تھے۔ اس لئے دکن میں وارد ہونے کے بعد یہاں کی مقامی زبان مراٹھی میں مسلمان اور ترک ہم معنی الفاظ بن گئے۔ مراٹھی کے ہندو شعراء نے ان نو واردین کو "ترک" کہہ کر مخاطب کیا۔ سنت ایکناتھ کی نظم "ہندو ترک سنواد" اس پر دال ہے۔

اسی طرح مسلمان صوفیوں اور شعراء نے بھی یہاں کی مقامی لفظیات کو بڑی فراخ دلی سے قبول کیا۔ نظامی کی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" میں مراٹھی الفاظ اور محاورات کی بہتات اس امر کی شہادت دیتے ہیں۔ دونوں زبانوں کے الفاظ کے لین دین کا یہ باہمی رواج مراٹھی کے سنت شاعر نامدیو (م 1350ء) کے زمانے سے پایا جاتا ہے جو حضرت امیر خسروؒ کے معاصرین میں مانے جاتے ہیں۔ الفاظ کا یہ لین دین عادل شاہی دور میں خوب ترقی کر گیا تھا۔ اسی زمانے سے مراٹھی اصنافِ ادب

کی تقلید اردو میں ہونے لگی تھی۔ لیکن نویں صدی ہجری کی ابتداء ہی میں خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ اس روش پر چل پڑے تھے۔ "شکار نامہ" جو اُن سے منسوب نثری تصنیف ہے، اس میں مراٹھی صنف بھاروڑ کی تقلید کی گئی ہے۔ بھاروڑ مراٹھی شاعری کی قدیم صنف ہے۔ سنت شعراء نے رمز وابہام میں ویدانتی نکات کو اپنی تخلیقات میں پیش کرنے کے لئے بھاروڑ کا سہارا لیا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ ماہنامہ سب رس - اگست 2010
۲۔ تمدن عرب از ڈاکٹر دستاؤلی بان
۳۔ ہندی ادب کے بھکتی کال پر مسلم ثقافت کے اثرات از سید اسد علی
۴۔ اورنگ آباد۔ ملک عنبر سے عالمگیر تک از وحیدہ نسیم
۵۔ جزیرہ نمائے عرب کی تاریخ وثقافت از ڈاکٹر صہیب عالم
۶۔ عرب وہند تعلقات از علامہ سید سلیمان ندوی
۷۔ سفر نامہ ابن بطوطہ از ابن بطوطہ
۸۔ عربوں کی جہاز رانی از علامہ سید سلیمان ندوی
۹۔ دکن میں اُردو از نصیر الدین
۱۰۔ مختصر ترین تاریخ اُردو ادب از سلیم اختر
۱۱۔ مراٹھی آموز از ڈاکٹر عصمت جاوید
۱۲۔ قدیم ہندوستان میں شودر از ڈاکٹر رام شرن شرما

By
Dr. Ansari Masood Akhtar Jamal Ahmed
Asst. Professor & Head Dept. of Urdu
MSS's Ankushrao Tope College, Jalna (M.S.)
e-mail ID : nadvimasood@gmail.com

☆ ☆ ☆